امراۃ العزیز

جناب ڈاکٹر عبدالحفیظ صدیقی

دس بارہ برس پیچھے کی بات ہے کہ ہمارے محلّے کی مسجد میں ایک صاحب بلا معاوضہ جمعہ کے وعظ میں سورۂ یوسف کی تفسیر بیان فرمایا کرتے تھے۔ امراۃ العزیز کا کردار بیان کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ جو قصّہ مشہور ہو گیا ہے کہ زلیخا دوبارہ جوان ہو گئی پھر حضرت یوسف سے شادی ہوئی اور اس کے بطن سے منشی و فراہیم پیدا ہوئے۔ یہ سب من گھڑت کہانی ہے۔ یہ تو نبی کی شان کے خلاف ہے کہ ایسی عورت اس کی بیوی ہو۔ کہنے کو تو وہ صاحب یہ باتیں کہہ گئے لیکن پھر جو حشر بپا ہوا اُس کا سُنیے:

"بڑے آئے مفت میں جمعہ پڑھانے، بنے پھرتے ہیں مفسّرِ قرآن،
یہ تو زوجۂ یوسف کی توہین ہے۔ 'حضرت زلیخا علیہا السّلام' کے حضور
بے ادبی کی گئی۔ وہ تو اُمّ المومنین ہیں، یہ منہ پھٹ تو ماں کا بھی گستاخ ہے۔"

گوجرانوالہ سے مفتی بلائے گئے۔ انہوں نے بھرے مجمع میں فتاوے برسائے اور ان صاحب کو "کافر" قرار دے کر مسجد سے گھر پہنچا دیا گیا۔ مفتی صاحب نے جگہ خالی دیکھ کر خطابت خود سنبھال لی۔

یہ افسوس ناک واقعہ دیکھ کر ہمیں تحقیق کی جستجو ہوئی۔ ذخیرۂ تفاسیر سے رجوع کیا، لیکن یوسف اور زلیخا کے زبان زدِ عام و خاص تعلقات کے بارے میں کوئی مستند بات ہاتھ نہ آئی۔ کوئی حدیث نظر سے نہ گذری جس سے یہ گتھی سلجھتی۔ تجسس جاری تھا کہ تفہیم القرآن میں سورۂ یوسف کی تفسیر پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ سورۂ یوسف، آیت ۳۰، میں لفظ "عزیز"

کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفہیم القرآن حاشیہ ۶۲ میں لکھتے ہیں:۔

"یہاں لفظ "عزیز"، حضرت یوسف کے لیے جو استعمال ہوا ہے، صرف اس بنا پر مفسرین نے قیاس کر لیا کہ حضرت یوسف اسی منصب پر مامور ہوئے تھے، جس پر اس سے پہلے زلیخا کا شوہر مامور تھا۔ پھر اس پر مزید قیاسات کی عمارت کھڑی کر لی گئی کہ سابق عزیز مر گیا تھا، حضرت یوسفؑ اس کی جگہ مقرر کیے گئے، زلیخا از سرِ نو معجزے کے ذریعے سے جوان ہو گئی تھی اور شاہِ مصر نے اس سے حضرت یوسفؑ کا نکاح کر دیا تھا۔ حد یہ ہے کہ شبِ عروسی میں حضرت یوسفؑ اور زلیخا کے درمیان جو باتیں ہوئیں، وہ تک کسی ذریعہ سے ہمارے مفسرین کو پہنچ گئیں۔ حالانکہ یہ سب باتیں سراسر وہم ہیں۔ لفظ "عزیز" کے متعلق ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ یہ مصر میں کسی خاص منصب کا نام نہ تھا بلکہ محض "صاحبِ اقتدار" کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ غالباً مصر میں بڑے لوگوں کے لیے اُس طرح کا کوئی لفظ اصطلاحاً رائج تھا جیسے ہمارے ملک میں لفظ "سرکار" بولا جاتا ہے۔ اسی کا ترجمہ قرآن میں "عزیز" کیا گیا ہے۔ رہا زلیخا سے حضرت یوسفؑ کا نکاح، تو اس افسانے کی بنیاد صرف یہ ہے کہ بائیبل اور تلمود میں فوطیفرع کی بیٹی آسناتھ سے اُن کے نکاح کی روایت بیان کی گئی ہے اور زلیخا کے شوہر کا نام فوطیفار تھا۔ یہ چیزیں اسرائیلی روایات سے نقل در نقل ہوتی ہوئی مفسرین تک پہنچیں اور جیسا کہ زبانی افواہوں کا قاعدہ ہے۔ فوطیفرع بآسانی فوطیفار بن گیا، بیٹی کی جگہ بیوی کو مل گئی۔ اور بیوی لامحالہ زلیخا ہی تھی۔ لہٰذا اس سے حضرت یوسفؑ کا نکاح کرنے کے لیے فوطیفار کو مار دیا گیا اور اس "یوسف زلیخا" کی تصنیف مکمل ہو گئی۔"

ہم نے سید مودودیؒ کے بتائے ہوئے اصل ماخذ یعنی بائیبل دیکھی ۔۔ تو عین الیقین ہو گیا کہ ایک "علمی غلط فہمی" کے کفر کو ایمان اور ایمان کو کفر بنا دیا ہے۔

" And Pharaoh called Joseph's name Zaphnath-paarch: and he gave him to wife Asenath the daughter of potipherah priest of o . And Joseph went out over all the land of Egypt."

(پیدائش: باب ۴۱، آیت ۴۵)

ترجمہ: اور فرعون نے یوسف کا نام صفنات فنیح رکھا اور اُس نے اون کے پجاری فوطیفرع کی بیٹی آسناتھ کو اُس سے بیاہ دیا اور یوسف ملک مصر میں دورہ کرنے لگا۔

اس حوالے سے ظاہر ہے کہ یوسفؑ کا نکاح فوطی فرع کی بیٹی آسناتھ سے ہوا نہ کہ فوطیفار کی بیٹی زلیخا سے۔

آئیے آگے دیکھتے ہیں کہ یوسفؑ کے جن بیٹوں کے نام فسی اور فراہیم لیے جاتے ہیں۔ اُن کی والدہ کا نام زلیخا ہے یا آسناتھ۔

51- "And unto Joseph were born two sons before the years of Famine came which Asenath the daughter of Potipherah priest of On bare unto him."

ترجمہ: اور کال سے پہلے اون کے پجاری فوطی فرع کی بیٹی آسناتھ کے یوسف کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔

52- "And Joseph called the name of the firstborn Manasseh: for God, said he, hath made me forget all my toil and all my father's house. "

ترجمہ: "اور یوسف نے پہلوٹھے کا نام منسی یہ کہہ کر رکھا کہ خدا نے میری اور میرے باپ کی گھر کی سب مشقت مجھ سے بھلادی۔"

53- And the name of the second called he Ephraim: for God hath caused me to be fruitful in the land of my affliction."

ترجمہ: اور دوسرے کا نام افراہیم یہ کہہ کر رکھا کہ خدا نے مجھے میری مصیبت کے ملک میں پھلدار کیا۔

(پیدائش باب ۴۱، آیات ۵۱ تا ۵۳)

مفسرین کی "علمی غلط فہمی" کا مطالعہ مکمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس شخص کے نام کا پتہ چلایا جائے جس نے یوسفؑ کو خریدا تھا۔ بائیبل کے باب پیدائش (۳۹: ۱) میں درج ہے۔

And Joseph was brought down to Egypt; and potiphar, an officer of Pharaoh, captain of the guard, an Egypian, bought him of the hands of the Ishmeelites which had brought him down thither."

ترجمہ: اور یوسفؑ کو مصر میں لائے اور فوطی فار مصری نے جو فرعون کا ایک حاکم اور جلوہ داروں کا سردار تھا، اُس کو اسمٰعیلیوں کے ہاتھ سے جو اُسے وہاں لے گئے تھے، خرید لیا۔

اِس حوالے سے واضح ہے کہ حضرت یوسفؑ کا خریدار Potiphar (فوطیفار) تھا، ناکہ Potipherah (فوطی فرع)۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ فوطی فار کی بیوی کا نام کیا ہے۔ بائیبل میں تو اس کا نام درج نہیں۔ سید مودودیؒ اس کے نام کے بارے میں لکھتے ہیں:

"تلمود میں اس عورت کا نام زلیخا Zelicha لکھا ہے، اور یہیں سے یہ نام مسلمانوں کی روایات میں مشہور ہوا۔" (تفہیم القرآن جلد دوم ص ۳۹۰)

اِن واقعاتی حقائق کے علاوہ مولانا مودودیؒ نے لوگوں کی توجہ قرآن کے اُس آفاقی و دوائمی ضابطے کی طرف دلائی جسے اُنھوں نے طاقِ نسیاں کیا ہوا ہے اور جس سے رُوگردانی کی وجہ سے ہمارے عوام و خواص زلیخا کی "اندھی عقیدت" میں مبتلا ہیں۔

"مگر یہ جو ہمارے ہاں عام شہرت ہے کہ بعد میں اس عورت سے حضرت یوسفؑ کا نکاح ہوا۔ اُس کی کوئی اصل نہیں ہے، نہ قرآن میں اور نہ اسرائیلی تاریخ میں۔ حقیقت یہ کہ ایک نبی کے مرتبے سے یہ بات بہت فروتر ہے کہ وہ کبھی ایسی عورت سے نکاح کرے، جس کی بدچلنی کا اس کو ذاتی تجربہ ہو چکا ہو۔ قرآن مجید میں یہ قاعدۂ کلیہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ - بُری عورتیں بُرے مردوں کے لیے ہیں اور بُرے مرد بُری عورتوں کے لیے، اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے"۔

(تفہیم القرآن جلد دوم، ص ۳۹۰ - ۳۹۱)

سید مودودیؒ کے اِن محکم تحقیقی حقائق سے پورا اطمینان ہوگیا کہ "یوسف زلیخا" ایک خیالی داستان ہے لیکن خلش یہ رہی کہ کیا مفسرین کی پوری جماعت میں سے مولانا مودودیؒ اکیلے ہی اس حقیقت کو پاسکے ؟ یہ خلش ہماری جستجو کے لیے مہمیز ثابت ہوئی۔ سیرت کی مشہور کتاب " رحمۃ للعالمین" کے مصنّف علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی "الجمال والکمال" نظر سے گذری تو یہ مشکل بھی حل ہوگئی۔ سچ تو یہ ہے کہ حقیقت تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ تحقیق کرنے والے ایک ہی منزل پر پہنچا کرتے ہیں کیونکہ حقیقت بھی وہی ایک ہی ہوتی ہے - ایک حقیقت کے دو متلاشی سید مودودیؒ اور علّامہ منصور پوری کی تحقیق ایک ہے ۔

الجمال والکمال ص ۱۵۹ تا ۱۶۰ ملاحظہ ہوں:

"..... لوگوں نے بنا لیا ہے کہ پھر یہ عورت از سر نو جوان بنائی گئی تھی پھر یوسف صدیق کے نکاح میں آگئی تھی۔ مگر اس امر کے ثبوت میں کوئی صحیح روایتِ اسلامی یا اسرائیلی موجود نہیں۔

فخر رازیؒ نے تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ یہی امراۃ العزیز حضرت یوسفؑ کے دونوں فرزندوں منسّی و افراہیم کی والدہ ہے۔ لیکن توراۃ سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے ۔

کتاب پیدائش ۴۱ باب ۵۰ تا ۵۲ درس میں تو یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ نے شہر اون کے کاہن مسمی فوطی فرع کی دختر مسماۃ آسناتھ سے نکاح کیا تھا اور مذکورہ بالا ہر دو پسر اسی کے بطن سے ہیں۔ ہمارے علمائے بزرگ

کہ غالباً اس لیے مغالطہ ہوا کہ العزیز کا نام "فوطی فار" تھا اور اس کاہن کا نام "فوطی فرع" تھا۔ یہ دونوں نام بہت زیادہ مشتبہ الصوت ہیں۔

لیکن جب مؤرخ غور کرے گا تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ ان دونوں کی شخصیت میں بہت بڑا فرق ہے۔

فوطی فرع کاہن تھا یعنی امام مذہب۔ اُس کی دختر کنواری تھی۔ اُس کا نام "آس ناتھ" تھا۔ فوطی فار فرعون کے جلوہ داروں کا سردار تھا۔ اُس کی عورت بیوہ یا مطلقہ ہو سکتی ہے۔ اُس کا نام لوگوں نے زلیخا یا راعیل بنایا ہے۔ پھر یہ دونوں عورتیں ایک کیونکر ہو سکتی ہیں۔

استدلالِ بالا کے بعد جو تاریخی ہے اور بائیبل کی تصدیق سے مضبوط ہے۔ ہم یہ بھی لکھ دینا چاہتے ہیں کہ "الطیبات للطیبین اور الخبیثٰت للخبیثین" کا اُصول ایسا زبردست ہے جو ناممکن ٹھہرایا ہے کہ کسی نبی یا رسول کے پہلو میں ایسی عورت پائی جائے جو حیا باختہ ہو۔

امراۃ لوط اور امراۃ نوح بھی ہم کو یاد ہیں۔ ان دونوں کی خیانت کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے میکے والوں کو اور اپنی قوم کو اپنے اپنے شوہر کے خلاف مدد دی تھی۔ لیکن ان دونوں عورتوں کی عصمت کے خلاف تو کسی روایت میں ایک حرف بھی موجود نہیں۔"

اِس تحقیق کو عام لوگ قبول کرنے سے ہچکچائیں گے۔ کیوں کہ اکثر علمائے کرام اپنی کتبِ تفاسیر میں وہ باتیں بلا تحقیق لکھ گئے ہیں، جن کے تلنے بانے سے "یوسف زلیخا" لکھی جا چکی ہے اور آخر اس گئے گذرے دَور میں بھی علمائے دین کو وارثانِ نبی ہی سمجھا جاتا ہے۔ اُن کا ایک تقدس عوام میں قائم ہے۔ ان کی بات پتھر پر لکیر مانی جاتی ہے۔ اب یہ ہمارے دینی اکابرین کا فرضِ اوّلین ہے کہ ایسی "لکیر" نہ کھینچا کریں جو حقیقت کو کاٹنے والی ہو، جو اصل بات کو چھپانے والی ہو۔ یہاں یہ سوال اُٹھایا جا سکتا ہے کہ عوام، علماء کی اور باتوں کو کیوں نہیں مانتے۔ بس یہ "یوسف زلیخا"، "عذرا و عزیز"

اور "بلقیس و سلیمان" کی سی باتیں ہی کیوں مانتے ہیں؟

عرض ہے کہ عام لوگوں کا مزاج جنسیاتی بے راہ روی SEXUAL PER- -VENTION اور شہوت انگیز ماحول کی وجہ سے "ہیر رانجھا"، "سسّی پنوں" اور "مرزا صاحباں" سننے کا ہو گیا ہے۔ وہ ایسی باتیں سننے سے عاری ہیں جو عشق و محبت کی چاشنی سے خالی ہوں۔ "یوسف زلیخا" کے ذریعے سے تو اُن کے ہاتھ ایک دلیل آگئی ہے۔ اب وہ اپنے آپ کو نبی کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی بجائے نبی کو اپنی خواہشات کے مطابق نیچے لے آتے ہیں۔